

اسلامی حدود کی حکمت

(از مولانا حبیب رحمان ندوی، لکچرار اسلامی انسٹی ٹیوٹ، البیضاء، مہضیا)

اسلامی نظام امتداد قانون شریعت سارے اسلامی ممالک میں اپنی پوری دفعات کے ساتھ عبادات و اہتمامیات و اخلاقیات سے لے کر قصاص و حدود تک سینکڑوں برس تک جاری رہا، اور اس میں جزوی تبدیلی کی ابتداء سامراج کے زمانے میں سامراجی سازشوں اور مسیحی تبلیغی حکومتوں کے زیر سایہ ہوئی تھی اور بدقسمتی سے سب سے پہلے قانونِ حدود ہندوستان میں انگریزوں کے زمانے میں ختم ہوا تھا، انگریزی حکمت کے قیام کے بعد بھی یعنی ۱۸۵۹ء تک قانون شریعت لاگو تھا اور مثال کے طور پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا، لیکن اس کے بعد انگریزوں نے رفتہ رفتہ اور وقتاً فوقتاً وضعی قوانین نافذ کرنے شروع کئے اور انیسویں صدی کے وسط تک قانون شریعت ختم کر دیا گیا، مصر میں بھی سامراجی سازشوں سے ۱۸۸۴ء میں قانونی نظام، فرانسیسی قانون کے مطابق ڈھالا گیا، بیسویں صدی میں البانیا اور ترکی نے پوری جرات دے باکی اور دھاندلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ وہ لادینی حکومتیں ہیں اور سارے قوانین حتیٰ کہ پرنسپل لائنک اٹلی، سویٹزرلینڈ اور فرانس کے قوانین کے ماتحت بنادیے گئے۔^۱

۱۔ مولانا محمد ندوی کی عربی کتاب "نظریۃ الاسلام و ہدیہ" سے ماخوذ باختصار، حاشیہ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹، یہ کتاب قانونِ اسلامی سے متعلق مولانا کے چھ مقالات و لکچرز پر مشتمل ہے، دار الفکر بیروت و دمشق سے چھپا ہے۔

مسلم پرنسپل تبدیلی سے محفوظ رہا | سارا جی دور میں غیر ملکی حکام نے مسلمانوں کے عائلی قوانین کو ہاتھ نہیں لگایا تھا بلکہ وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق بنائے گئے تھے اور علانیے

اسلام کے مشورے سے بنائے گئے تھے، اور اسی طرح کسی جگہ بھی ان میں تغیر کرنے کی کوئی تحریک نہیں چلائی گئی تھی، البانیا اور ٹرکی کے لئے شرم و عار کا مقام تھا کہ جو کام سارا جی اور غیر مسلم حکومتیں نہ کر سکیں دیدہ و دلیری کے ساتھ وہ کام انہوں نے انجام دیا، ان کے علاوہ دوسرے اسلامی ملکوں میں پرنسپل لا کے احکام اسلامی شریعت کے مطابق آج تک نافذ ہیں، گو بعض اوقات ان میں جزوی تبدیلی کی ناکام کوششیں بعض نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہتی تھیں، بہر حال یہ ناکام کوششیں، یا کسی مقام پر کوئی جزوی تبدیلی بھی مسلم ممالک کے لئے شرم و عار کا سامان ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کی جرأت سارا جی بھی نہ کر سکا تھا، اور اس قسم کی ساری کوششیں غیر فطری، غیر عقلی، غیر آئینی اور غیر شرعی ہیں جو نہ خود صحیح ہو سکتی ہیں اور نہ کسی دوسرے کے لئے حجت ہو سکتی ہیں اور ان کا انجام یہ ہے کہ وہ مغرب ناکامی ہی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔

عظیم سارا جی سازش اور اس کا مقصد | جیسا کہ بیان کر چکا، اسلامی قانونی (پرنسپل لاکو چھوڑ کر) کا خاتمہ اسلامی ممالک میں بشیری اداروں اور حکومتوں کے زیرِ سایہ ہوا

تھا، جب سارا جی ریشہ و انیاں عروج پر تھیں، لیکن سیاسی طور پر، اور بین الاقوامی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب، اور فطرت کے قانون اقتدار و عروج و زوال کے پیش نظر جب مغربی ممالکوں کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں ان کو اسلامی ملکوں سے واپس نہ جانا پڑے تو انہوں نے اپنے فکری سارا جی کو تادیر باقی رکھنے کے قدیم منصوبہ میں زمر توجان ڈال دی وہ اسلام میں دوبارہ زندہ ہو کر

۱۔ یہ کیوں غیر قانونی ہیں اور کسی کے لئے حجت نہیں بن سکتے، اس کی تفصیل راقم نے ایک مضمون میں کی ہے جس کا عنوان ہے ”مسلم پرنسپل لا سے متعلق دو سوالات کے جوابات“ جو برہان ماہ جون ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

پوری توانائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ ساری دنیا پر پھر سے چھا جانے کی فطری صلاحیت کے خلاف زبردست بند باندھنا چاہتے تھے اور ”ایران کسری“ سے زیادہ پر شکوہ پایہ تخت اور ”فصل قسطنطنیہ“ سے زیادہ مضبوط ڈیفنس پوزیشن بنانا چاہتے تھے۔

اس کے پیش نظر سامراجی حکمرانوں نے بڑی طویل اسکیم اور کاوش کے ذریعہ، انتہائی چابک دستی اور کڑنیں میں شکر لپیٹنے والی پالیسی کے ساتھ اسلامی اقدار کو بدلنے کا پلان بنایا، اور اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم، عدالتوں اور تمام زندگی کے شعبوں میں لادینی نظام کی سرپرستی کی، لیکن ساتھ ہی بشیری انداز کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا، یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور تھوڑی ہی مدت میں ایسے ہونہار اور فاضل سپوت پیدا ہو گئے جن کے نام اسلامی ضرور تھے لیکن انھوں نے اسلامی قانون اور نظام کے خلاف وہ کام سرانجام دیے جو غیر مسلم بھی نہیں دے سکتے تھے، اس سلسلے میں اسلامی عقائد میں تشکیک، مسلم الثبوت نظریات میں اشتباہ اسلام کے قانون فوجداری پر ظلم کا اعتراف، قانون حدود و پردحشیت و بربریت کا الزام اور عالمی قوانین پر رحمت کا فتویٰ وغیرہ جیسی تمام غیر علمی کوششیں علم و ریسرچ کے نام پر شامل ہیں، اور ان ساری سامراجی کوششوں کے پیچھے جو جذبہ کام کر رہا تھا وہ لادینیت کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ صلیبیت تھی جس نے دوسرا رنگ اختیار کرنا چاہا تھا اور علمی روپ میں نمودار ہوئی تھی، اور یہودی مسیحی اختلافات کے باوجود یہودیت و صہیونیت نے بھی مسیحیت کے دوش بدوش اسلامی رسرچ کے نام پر اسلامی تعلیمات کو غبار آلود بنانے کی ہر ممکن سعی کی، ان تمام مسماعی کا مقصد یہی تھا کہ مسلمان اپنے دین اور اقدار و افکار و عقائد و نظریات کے بارے میں مشکوک ہو جائیں اور اس طرح شاید وہ مسیحیت کے پنجہ میں گرفتار ہو جائیں، اور یہ خواہش کوئی نئی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے، حضور نادرؐ سے خطاب الہی یوں ہے: ”لَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَ لَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ“ ترجمہ: ”ہرگز تم سے راضی نہیں ہو سکتے یہود و نصاریٰ یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی کرو“ اس کے جواب میں ذات باری تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہدایت

تو صرف اسلام کے زیر سایہ ہے، اور رحمت الہی اور خدا کی بخشی ہوئی نبوت و وصیت کی وجہ سے یہ ناممکن ہے لیکن فرض کرو کہ رسول بھی اگر ہدایت الہی اور اسلام کی دولت سے محروم ہونے کے بعد یہود و نصاریٰ کی تحریفات و اہواء کا قبیح ہو جائے تو دنیا میں بے یار و مددگار اور آخر میں نامراد ہو جائے گا، اس صورت میں اے اہل اسلام خوب کان کھول کر سن لو کہ سامراجی، صلیبی، تبشیری، صہیونی، اور اسی طرح سے وہ جو دین کا علم نہیں رکھتے کَذٰلِکَ تَالِیَ الدِّیْنِ لَا یَعْلَمُوْنَ (بقرہ - ۱۱۳) یعنی سورج پرست، ستارہ پرست، پتھر پرست، نیچر پرست، عقل پرست، اور وہ جو کسی چیز کی پرستش کو بھی صحیح نہیں مانتے، یعنی تمام طاغوتی اور باطل تنظیموں کی متحدہ خواہش اور متحدہ کوششیں یہی ہیں کہ اسلام کے چرلے کو گل کر دیا جائے، وہ اپنے تمام آپس کے شدید اختلافات کو بھلا کر اسلامی عداوت کے اصول پر متحد ہو گئے ہیں، لیکن مسلمان کے لئے کسی بھی صورت میں ان خواہشات باطلہ اور اہوائے طاغوتیہ کی پیروی کرنے کی اجازت نہیں، اس کو اس کی مخالفت اور ساتھ ہی حکم.... اور احقیقت اسلام کا بیان اس آیت پاک میں دیا گیا ہے تِلْكَ اِنَّ هٰذَا اللّٰهُ هُوَ الْهٰدِیْ وَلَئِنْ اَتَّبَعْتَ اِهْوَاءَ الْاٰهْمَ بَعْدَ الَّذِیْ جِئْتُكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَلَا نَصِیْرٍ (بقرہ - ۱۲۰) ترجمہ: کہہ دو بیشک اللہ کی ہدایت وہ ہدایت کی راہ (اسلام) ہے، (اُو فرض کرو کہ تم) اگر ان کی خواہشات کی اتباع کرو اس کے بعد جو تمہارے پاس علم (وحی اور اسلام) آچکا ہے، تو نہ ہوگا تمہارے

(۲۵۱) یہاں اس آیت کی مختصر تشریح ضروری ہے، رسول خدا ساری انسانیت کو ہدایت خداوندی سے سرشار کرنا چاہتے تھے، آپ کا منصب تبلیغ و ختم نبوت و رسالت بھی اس کا مقتضی تھا، کفار قریش اور یہود و نصاریٰ سب کے لئے آپ کی عالمی دعوت و ہدایت کے دروازے کھلے ہوئے تھے، یہود و نصاریٰ کا پندار یہ تھا کہ ہر گز وہ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا اور محبوب کہتا تھا اور جنت کا اکیلا مستحق، اس کا جواب اللہ نے بَلٰی مَنْ اَشْرَکَ مَعَ رَبِّهِ لَیْسَ بِوَلَدِ اللّٰهِ (بقرہ - ۱۱۲) میں یہ دیا کہ جو اللہ کی کلمیٰ رزنا کا تابع و طالب (بقیہ اگلے صفحہ)

لئے اللہ کی طرف سے کوئی حمایت اور مدد گاؤ۔
 ابوائے باطلانہ سننے اور حکیم کتاب کے مقابلے کو منوانے
 علماء و فکرمین اسلام کا جہاد اور اس کے اثرات کے لئے سارا جی و دہر ہی سے اہل علم و فکر نے کوششیں

(بقیہ حاشیہ معزز گذشتہ) ہوا وہ جنت کا ستی ہو گا، پھر حضور انور اور آپ کی امت کو ایک خاص بات یہ بتانی مقصود ہے کہ ہدایت الہی اور حق کی تلاش کرنے والا یہود و نصاریٰ کا وہ گروہ جو اخلاص و صداقت کے ساتھ کتب الہیہ کا مطالعہ کرتا ہے وہ حضور سے متعلق پیشین گوئیوں اور اسلام کی صداقت و حقانیت پر ایمان لے آتا ہے (بقرہ - ۱۳۱) لیکن عامۃ الیہود و النصاریٰ کا شعاریہ ہے کہ وہ آپ کے دین میں داخل ہونے کے بجائے اپنے آپ کو اپنی اموار یعنی یہودیت و نصرانیت کی مخزانہ اور بگڑی ہوئی شکل میں داخل کرنے کے درپے رہتے ہیں، اور جن اشیاء کو منسوخ کرنے آپ آئے تھے انہیں کی طرف آپ کو بلانے لگتے ہیں، اور یہودیت و نصرانیت کیونکہ دو متضاد، مختلف اور محرف دین ہیں اس لیے دونوں گروہ اپنی اپنی خواہشات کی طرف بلاتے ہیں لیکن آپ فرزداد ہوئے کی وجہ سے عقلاً بیک وقت یہودی اور نصرانی ہو ہی نہیں سکتے اور اس لیے یہ دونوں گروہ آپ سے کسی طرح راضی ہو ہی نہیں سکتے، اور شرعاً کیونکہ آپ کو رحمت الہی رسالت و نبوت کی شکل میں، اور فضل الہی وحی اور قرآن کی شکل میں، اور نعمت الہی عصمت و طہارت کی شکل میں ملی ہوئی ہے، اس لئے آپ ان کی اموار و خواہشات کی پیروی بھی نہیں کر سکتے۔ اس تہید کے بعد دونوں حاشیوں پر مختصر گفتگو کروں گا، تفصیل کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی۔

ہدی سے مراد اسلام تمام مفسرین کی رائے کے مطابق ہے، اور آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے یہود و نصاریٰ کی اموار اور ملت کے مقابلے میں جس ہدایت الہی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور جس طرح محصر کے ساتھ اور دوسرے ہدی میں تعریف، الف لام کے ساتھ، اس سے واضح طور پر اسلام ہی مراد ہے کہ وہی کلی ہدایت کی راہ ہے اور جس کی طرف یہ لوگ آپ کو بلاتے ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شروع کر دی تھیں، سامراج کے خاتمہ کے بعد بھی مشکلات کے زیر سایہ بلکیوں کہیں کہ زندان و سلاسل کے اندر اور تلواروں اور پچانسیوں کی چھانوائیں شریعت اسلامیہ، قانون اسلامی

(بقیہ ماضیہ گزشتہ) وہ ہی نہیں بلکہ ہوی کی راہ ہے رَمَنْ أَضَلَّ مِنْ ابْنِ آدَمَ هُوَ الَّذِي بَغَىٰ هُدًى مِّنَ اللَّهِ (قصص - ۵۰) صرف مفسر طبری نے ہی کا مفہوم اس طرح لکھا ہے: "ان بیان اللہ ہو البیان المقنع والقضاء الفیصل بیننا فہلموا الی کتاب اللہ وبیانہ، الذی بین فیہ لہدایۃ ما اختلفوا فیہ، و هو التورۃ والی تفرق جمیعاً بانہا من اللہ یتفہم لکم فیہا الحق من امن المبتطل واینا اهل الجنة واینا اهل النار واینا علی الصواب واینا علی الخطا"؛ واما امر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعوہم الی ہدی اللہ وبیانہ، لان فیہ تکذیب الیہود و النصارى فیما قالوا من ان الجنة لا یدخلہا الا من کان ہوداً و نصاری، و بیان امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وان المکذوب بہ من اهل النار دون المصدق بہ" ترجمہ: "بیشک اللہ کا بیان ہی قائل کرنے والا ہے، اور فیصلہ کن ہے ہمارے درمیان، پس آؤ اللہ کی کتاب اور اس کے بیان کی طرف، جس میں اس نے بندوں کے لئے مختلف فیہ چیزیں بیان کر دی ہیں، اور وہ تورہ ہے جس کے تم سب مقرر ہو کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس میں تمہارے لئے واضح ہو جائے گا کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون، اور کون جنت والا ہے اور کون دوزخ والا، اور کون صحیح راہ پر ہے اور کون غلطی پر؟ اور بیشک اللہ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ ان کو ہدایت و بیان الہی کی طرف بلاؤ، کیونکہ اس میں یہود و نصاری کی تکذیب تھی اس قول میں جو انہوں نے کہا تھا کہ یہود و نصاری کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا، اور عمر کے معاملے کا بیان تھا اور یہ کہ اس کو جھٹلانے والا آگ کا مستحق ہے نہ کہ اس کی تصدیق کرنے والا" طبری کا قول اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ غیر عزت اور منزل من اللہ تورہ ہدایت کی کتاب تھی، لیکن مذکورہ بالا آیت کی تفسیر و تشریح کے اعتبار سے یہ قول مرجوح ہے، طبری کا یہ استدلال کہ یہود و نصاری کے قول (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت پر حکومت کی بنیاد قائم کرنے کا پورا سیراب ہوتا رہا اور الحمد للہ اب بہت جلد وہ وقت آگیا ہے جب ساری دنیا کے مسلمان اسلامی قانون اور اسلامی نظام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوَ ذَا اَذْنَانٍ کا یہاں جواب ہے قرین قیاس نہیں، کیونکہ اس کا جواب غلطے پاک نے فوراً ہی اس آیت کے بعد اس طرح دیدیا تھا، بَلَى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ اُجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ (بقرہ ۱۱۲-۱۱۳) دوسری بات یہ کہ جس ہدایت الہی کا تذکرہ اس آیت میں ہے اس سے مراد وہ ہدایت ہے جو حضورؐ کو دی گئی تھی اور آپ کے پاس موجود تھی اور وہ قرآن و اسلام ہے، کیوں کہ غیر محرف تورہ کا کوئی نسخہ حضورؐ کے پاس موجود نہ تھا بلکہ آپ کی شریعت ساری شریعتوں کی ناسخ بن کر آئی تھی، تیسری بات یہ کہ آیت کے آخر میں جس علم الہی کے حضورؐ کے پاس آجائے گا تذکرہ ہے اس سے مراد قرآن پاک، وحی اور اسلام ہی ہے، لیکن طبری کے قول سے بھی اہل ابواء کی تائید نہیں ہوتی بلکہ ان پر مزید حجت قائم ہوتی ہے اور یہ حجت قرآن نے بار بار دوسری آیات میں قائم کی ہے اور اہل کتاب کو تورہ کی حکیم کی دعوت دی ہے۔ لیکن آیت کے صاف اور رائج معنی وہی ہیں جو تمام مفسرین نے اختیار کئے ہیں، صاحب البحر العالی لکھتے ہیں: وهدى الله تعالى الذى هو الاسلام هو الهدى ترجمہ: خدا کی ہدایت جو اسلام ہے وہی اصل ہدایت ہے۔ صاحب بحر المحيط ابن حبان اندلس لکھتے ہیں: هدى الله، اى الذى هو مضاف الى الله وهو الاسلام الذى انت عليه هو الهدى النافع التام الذى لا هدى وساء ترجمہ: اللہ کی ہدایت، یعنی وہ ہدایت جس کی اصناف (نسبت) اللہ کی طرف ہے وہ اسلام ہے جس پر آپ ہیں، وہی اصل اور مکمل نفع پہنچانے والی ہدایت ہے جس کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں۔ مفسر رازی کا بیان ہے: ان هدى الله هو الذى يهدى الى الاسلام وهو الهدى الحق الذى يصلح ان يسمى هدى. بیشک اللہ کی ہدایت وہی ہے جو اسلام کی طرف ہدایت کرتی ہے اور وہی حقیقتاً وہ ہدایت ہے جس کو ہدایت کہا جاسکتا ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جولائی ۱۳۸۷ھ

۴۱

حیات کو دوبارہ نافذ اور جاری کرنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، جنوب شرقی ایشیا سے لیکر شمال افریقہ تک زندگی کی ایک نئی لہر نمودار ہے اور جذب و شوق میں ڈوبی ہوئی اسلامی اقدار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ان ہدی اللہ الذی ہوا الاسلام ہوا الحق ترجمہ: بیشک خدا کی ہدایت جو اسلام ہے وہی حق ہے۔ ابن کثیر کا قول ہے: قل یا محمد ان ہدی اللہ الذی بعثن بہ ہو الہدی یعنی الدین المستقیم الصبیح الکامل الشامل ترجمہ: کہہ دیں اے محمد بیشک وہ اللہ کی ہدایت جو لیکر اس نے مجھے بھیجا ہے وہی حقیقی ہدایت ہے، یعنی مستقیم، کامل صحیح اور ہر خیر پر شامل ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ القرطبی کا ارشاد ہے: ما انت علیہ یا محمد من ہدی اللہ الحق الذی یضعہ فی قلب من یشاء ہو الہدی، الحقیقی، لا ماید عینہ ہو لکرم جس ہدایت حق پر اللہ کی طرف سے تم ہو اے محمد، جس کو اللہ جس کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے، وہی حقیقی ہدایت ہے نہ کہ وہ جس کی طرف یہ لوگ بلاتے ہیں۔

دوسرا حاشیہ یہ ہے کہ بفرض تم ان کی اموار کی پیروی کرو، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کا خطاب کبھی حضورؐ سے ہوتا ہے لیکن مراد میں کئی مفہوم ہوتے ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی ہے اور تین توجہیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ خطاب آپ سے ہے لیکن امت کو تنبیہ کرنی مقصود ہے، دوسری یہ کہ خطاب ہی امت سے ہے، تیسری یہ کہ اسلام اور ہدایت الہی کی عظمت بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا گیا، کیونکہ یہ بات ممکن ہی نہیں بلکہ مستحیل ہے، لیکن بفرض محال ایسا ہو جائے تو ولایت و نفرت سے محرومی ہو جائے، لیکن کیونکہ رسولؐ کے لئے یہ عقلاً و شرعاً مستبعد و مستحیل ہے، اس لیے امت کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ کہیں وہ اس مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ ان تینوں معانی کی مختصر سند صرف تین مفسرین کرام کے اقوال سے پیش کرتا ہوں ابن حبان لکھتے ہیں، والظاهر ان قوله تعالیٰ ولن ترضی عنہ خطاب للنبیؐ خلق، صاہر عنہ بالمر مستحیل الوقوع منہ وهو اتباع ملتہم والمعلق بالمستحیل (بقیہ اگلے صفحہ)

Accession number

40111

کی محافظہ فرج ظفر موج، غم عمل، زبان و قلم اور قانون کے ذریعے اتر آئی ہے اور محض اللہ کے فضل و کرم اور مخلصی و مومنین و مفکرین کے مسلسل اور منظم اور تعمیری جہاد بالقلم و بالسيف

(بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ) مستحیل، وقیل ہو خطاب لہ و هو تادیب لامتہ، وقیل ہو خطاب لہ المراد امتہ ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ کن رضی میں خطاب حضورؐ سے ہے۔ آپ سے ان کی رضامندی ایک ایسے معاملے پر معلق کی گئی ہے جس کا واقع ہونا آپ سے مستحیل ہے، یعنی ان کی ملت کی اتباع، اور مستحیل چیز پر جو چیز معلق کی جائے وہ بھی مستحیل ہوتی ہے۔ عمومًا لوی بغدادی قول الہی "مالک من اللہ من ولی" کی تفسیر میں رقم طراز ہیں والخطاب ایضاً الرسول اللہ، وتقیید الشرط بما قیید للدلالة علی ان متابعتہ احوالہ محال لانه خلاف ما علم صحته فلو فرض وقوعہ کما یفرض المحال لم یکن لہ ولی ولا نصیر ترجمہ: خطاب رسول خداؐ کی طرف ہے اور شرط کو مقید یہ ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا کہ ان کی خواہشات کی پیروی آپ کے لئے محال تھی، کیونکہ یہ اس کے خلاف ہے جس کی موت کا علم (تعلق) ہے، پس اگر بغرض یہ واقع ہو جائے جیسے کہ مستحیل مفروضہ واقع ہو جائے تو کوئی ولی اور نصیر نہ ہوگا۔ ابن کثیر کا قول ہے نیدہ تحدید ووعید شدید للأمتہ عن اتباع طوائف الیہود والنصارى بعد ما علموا من القرآن و السنة عیاداً باللہ من ذلك فان الخطاب مع الرسول والامم لامتہ ترجمہ: اس میں سخت تہدید اور شدید وعید ہے امت کے لئے کہ یہود و نصاریٰ کے طریقوں کی پیروی کریں قرآن و سنت کا علم جاننے کے بعد، اللہ اس بات پر ناؤں لکھے، یہ خطاب اس طرح رسولؐ کو ہے لیکن حکم امت کو ہے۔ علم سے مراد وحی، اسلام اور قرآن مفسرین نے بیان کیے ہیں، اور سب دراصل ایک ہی معنی میں ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے قرآن کو مخلوق کہنے والے کے حق میں کفر کا فتویٰ اسی آیت سے دیا تھا، فرمایا تھا قرآن علم الہی ہے مخلوق نہیں" (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی مختصر تشریح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام ہی راہ ہدایت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی وجہ سے، اور عامۃ المسلمین میں بحمدہ تعالیٰ دینی بیداری کے سبب سے آج یہ انکار اہل حکومت و قانون تک پہنچ گئی ہیں اور ایک نئی سو بیدار ہونے کے لئے بطنِ لقی میں کروٹیں لے رہی ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہے اور قیامت تک ساری انسانیت اس کے دامن میں سکون پاسکتی ہے، اور جو اہل کتاب حق و انصاف کے طریقوں پر سوچتے ہیں، ہدایتِ دل کے بند دروازوں کو ان کے لئے دستک دیتی ہے اور وہ اسلام کے نور سے منور ہو جاتے ہیں، اور اہل کتاب میں سے جو بھی اس دائمی نور و ہدایت کو قبول کرتا ہے اس کی بھولی رحمت و مرحمت کے دو خزانوں سے بھر لپہ طور پر معمور ہو جاتی ہے انقلو اللہ و آمنوا بوسلہ یوتکم کفلیں من رحمۃ ویجعل لکم نوراً انتمشون بہ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم لثلا یعلم اهل الکتاب الا یقصدون علی شی من فضل اللہ (حدید - ۲۸-۲۹) ”اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو دے گا تم کو رحمت کے دوحے اور تمہارے لئے روشنی بنا دے گا کہ اس پر تم چلو، اور تمہیں بخش دے گا، اللہ غفور رحیم ہے، تاکہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کا فضل حاصل کرنے پر قادر ہی نہیں ہیں، اور جو بھی کتاب کو حق تلاوت ادا کر کے پڑھے گا اور تعصب سے دور ہو کر سوچے گا اس پر حق واضح ہو جائے گا“ یتقونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ (بقرہ - ۱۲۱) اور وہ زندگی کی اندھیروں والی راہوں کو چھوڑ کر شش جہت روشنی والی مستقیم شاہراہ پر چل کھڑا ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت مسلم ہے کہ خالقِ دو عالم نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو جس عظیم خطرے سے پہلے دن سے واقف بنایا تھا وہ اپنی نادانی اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کو بھول گئے، اور یہود و نصاریٰ کی بین الاقوامی سازشوں اور مکر و فریب نے سامراجی دور میں اور اس کے بعد بھی اسلامی شریعت، اسلامی حکومت اور اسلامی نظامِ حیات پر نت نئے ناموں سے اعتراض کیے، انہوں نے نئے نئے نعرے ایجاد کئے، زمین، زبان، ترقی و تمدن، ریسرچ وغیرہ لیکن ان سب کے پیچھے جو جذبہ کام کر رہا تھا اور کام کر رہا ہے وہ اسلام دشمنی ہے، اور دو ہزار سالہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس سلسلے کی ایک عظیم کوشش یسایا کی ایک عظیم قوم بھی اپنی نوجوان مسلم قیادت کے زیر اثر کر رہی ہے، اس کی کچھ تفصیلات آگے بیان کی جائیں گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اختلافات اور عظیم اختلافات جن کی رو سے حضرت مریم و عیسیٰ پر فحش بہتان تک یہود لگاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ پوپ کی طرف سے نکریم کے مستحق ہیں اور بڑی حکومتوں کی طرف سے نوازشات کے قابل، اور ان کے تمام اختلافات اسلام دشمنی کے متحد محاذ پر ختم ہو گئے ہیں اور نام بدل بدل کر ان کی جواسکیں اور پلان ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ وہ اس عالمی دعوت الہی کو چھوڑ دے اور اسلام سے دستبردار ہو کر یہودیت یا نصرانیت کو قبول کر لے۔ یہ حاشیہ اس بیان الہی پر ختم کرتا ہوں جس میں امت اسلامیہ کو دعوت الہی کا حکم بھی دیا ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعوائے ایمان کا بطلان بھی کیا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے دعوے کی بھی تعلق کھولی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ابراہیم مشرک نہیں تھے اور انسانیت کے سامنے اسلام کے حقیقی معنی اس طرح سمجھائے ہیں کہ اسلام خدا کی اطاعت و عبادت، توحید اور تمام انبیاء و کتب پر ایمان کا نام ہے اور اس کل اسلام پر ایمان لائے بغیر اسلام و ہدایت کا دعویٰ صحیح نہیں ہو سکتا۔ فیصلہ کن آیت ملاحظہ ہو وَ قَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارًا تَهْتَدُوا، فَلَنْ بَلَّغَنَّكَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُتَكِبِينَ، قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَآلِ مُوسَىٰ وَآلِ هَارُونَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ النَّبِيِّينَ مِنْ رَبِّكَ لَا يَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ دِينًا لَّهِ مَسْلُومًا فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ قُولُوا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقِ تَسْلُوكِنَا فَكَلِمَةُ اللَّهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صَلَواتُ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُفَّتًا وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ (بقرہ - ۱۳۶ - ۱۳۹) ترجمہ: اور انہوں نے کہا (یہود نے کہا) کہ تم یہودی ہو جاؤ (اور نصاریٰ نے کہا) تم نصرانی ہو جاؤ، ہدایت پا جاؤ گے، کہیں (نہیں) بلکہ (اتباع کرتے ہیں ہم) ملت ابراہیمی کی، جو صرف خدا کی طرف متوجہ بندہ تھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسلامی اقدار کی بیداری اور اس نئے عزم کے سلسلے میں اسلامی اقدار کے احیاء میں دینی مدارس کا کردار یہ حقیقت بیان کرنی ضروری ہے کہ بس طرح اسلامی تفکرات نے جوش اور اسلام کے لئے اخلاص پیدا کیا اسی طرح دینی اداروں اور تعلیم گاہوں نے اور خصوصیت کے ساتھ جامعہ ازہر نے اس سلسلے میں ایک تاریخی کام کیا ہے، وہ یہ کہ سارا ج کے دور میں بار بار دینی تعلیم کو ختم کرنے یا بے اثر کرنے کی تحریکیں تجدید وغیرہ کے نام پر اٹھیں اور یہ اعتراض بھی اکثر مسلمانوں کے ذہن میں آنے لگے کہ فقہ اسلامی کے وہ ابواب جن پر آج عمل نہیں ہو رہا ہے جیسے کتاب البیوع، کتاب العتق، کتاب الحدود وغیرہ وہ کیوں پڑھائے جاتے ہیں؟ اگر بات یہاں تک ہوتی اور اخلاص کے ساتھ ہوتی کہ دینی تعلیم کے اسٹو کو بدل جائے اور زمانہ سے جتنا ممکن ہو ہم آہنگ کیا جائے، رسرچ و احکامات کا دروازہ کھولا جائے، مقارنہ ادیان اور زندہ زبانوں کی تعلیم دی جائے، اجتہاد کی کوشش کی جائے، عوام کے لئے تو تقلید ضروری ہے لیکن مجتہد کے شرائط اہل علم میں پیدا کئے جائیں تاکہ وہ مسائل حاضرہ کے اسلامی حلول کتاب و سنت، اجماع و قیاس اور اجتہاد کے ذریعہ کریں، جامعہ ازہر نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور مشرکین میں سے نہیں تھا، (اے مسلمانو) تم کہو، ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا، جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا، اور جو نبیا گیا موسیٰ و عیسیٰ کو، جو بھی دیا گیا سارے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم ان سے کسی میں (ایمان میں) فرق نہیں کرتے، اور ہم اس کے حکم بردار ہیں، پس اگر ایمان لائیں وہ ایسا ایمان جیسا کہ تم لائے تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر روگردانی کریں تو وہ اختلاف (اور منہ) پر ہیں پس اللہ (ان کے مقابلے میں) تمہارے لئے کافی ہو جائے گا اور وہ مسیح و ملیح ہے، (ہم اللہ کے) رنگ (دین) میں رنگ گئے ہیں، اور اللہ کے دین سے بڑھ کر اور کو نہادین ہے، اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ان میں سے اکثر مطالبوں کو پورا بھی کیا ہے، یہ مطالبے نہ صرف یہ کہ جب ضروری تھے بلکہ اب بھی برصغیر کے دینی مدارس کے فرسودہ نظام تعلیم و تربیت و نصاب اور طور طریقوں میں تبدیلی اور اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر اخلاص کے ساتھ، انسانیت اور خود پسندی کے جذبہ ہائے غیر اسلامی پس پشت ڈال کر یہ کام علماء و مفکرین اسلام، اسلامی خطوط پر کریں تو بہت آسانی سے دینی تعلیم کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور مسلمانوں کی دینی و فکری ضروریات کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے اور جگہ جگہ دینی مدرسوں اور مختلف نصابوں کے بجائے ایک ہی متحد نصاب کے ماتحت دینی تعلیم پروان چڑھ سکتی ہے اور اس کا انتظام و انصرام کسی بھی فرد واحد کے ہاتھ میں نہ ہو کہ فرد واحد اگرچہ عالم و فاضل اور صوفی و بزرگ ہو اس میں مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپ کی خواہش نفس ابھرنے کے قوی امکانات موجود رہتے ہیں، بلکہ بین الملکی علماء کی ایک مجلس ہو جو ملک کے سارے دینی مدارس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے، یہ مجلس غلصہ ہو، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتی ہو، حق کی گواہ ہو اور اس بات نگہداشت کرے کہ کوئی مدرسہ اپنے اصولوں سے منحرف نہ ہو، اور افراد کی دوستی، شہرت اور پروگنڈہ اس مجلس کے لئے معیار نہ ہو بلکہ میزان حق ہو، اس طرح دینی مدارس ایک عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں (بہر حال دینی تعلیم اور دینی مدارس کی اصلاح کا موضوع بہت طویل ہے کسی دوسرے موقع پر اسے چھیڑا جاسکتا ہے) بات یہ چلی گئی تھی کہ اصلاح کا مطالبہ تو صحیح ہو سکتا تھا، لیکن یہ بات بالکل غلط تھی کہ اسلامی تعلیمات کے اصولی اور کل اجزاء اس لئے چھوڑ دیے جائیں کہ ملک میں رائج نہیں ہیں اور کتاب الہی کے وہ فقہی احکام جن کا رواج و نفاذ سامراج نے ختم کیا تھا اسلامی مدرسے اس کی تعلیم بھی ختم کر دیتے، یہ مطالبے نہیں مانے گئے اور نہ ان اعتراضات کی پرواہ کی گئی، دنیا جہاں کے دینی مدارس کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے فقہ اسلامی و شریعت اسلامیہ کے وہ ابواب اور مسائل بھی ہمیشہ پڑھائے جو وقتی طور پر نافذ نہ تھے لیکن جن کے نافذ ہونے کی مستقبل میں امید تھی اور جن کے پڑھائے بغیر شریعت کاملہ کی تعلیم ممکن نہیں ہوتی، خصوصیت کے ساتھ جامعہ ازہر نے ہمیشہ مذاہب اربعہ کی

فقہ تحقیق و تفصیل کے ساتھ پڑھائی، تعصب اور دلائل کو زبردستی ٹھونسے کی ضرورت اس لئے پیش نہ آئی کہ ایک ہی جگہ پر الگ الگ ہر مذہب فقہ کے طالب علم کے لئے اس کی فقہ پڑھنی ممکن ہے، دوسرے مذاہب کے مراجع اور علماء اسے دستیاب ہو سکتے ہیں اور مقارنہ و موازنہ کے ساتھ استنتاج و استنباط کی صلاحیت اس میں پیدا ہو سکتی ہے تو پھر اسے تعصب کی کیا ضرورت ہے؟ بہر حال ان مذاہب اربعہ کی تعلیم اور موازنہ کے باب میں دوسرے مذاہب فقہیہ کی بھی تعلیم جامعہ ازہر کا کارنامہ تھا اور ہے، ان فقہ اسلامی کے مذاہب اور غیر ملک میں غیر موجود وغیر معمول البواب فقہ کی تعلیم اور مشق سے یہ ہوا کہ جوں ہی اسلامی نظام زندگی اور اسلامی قانون کی گفتگو ہوئی ایسا محسوس ہوا کہ مصر میں (جسے بعض علم سے نا آشنا اور خود فریبی میں مبتلا حضرات علم و تحقیق سے عاری ثابت کرنا چاہتے ہیں، علمی تحقیق کا رٹا بھائے خود ان حضرات کا جواب پیش کرتے ہیں) ہزاروں اسلامی قانون کے ماہر پیدا ہو گئے، ازہر ہی ملے کرام نے قدیم علم کتاب و سنت و مذاہب فقہ کو پیش کیا، اور فقہ اربعہ سے مکمل واقفیت سے قبل کوئی شخص قانون اسلامی کے ماہر ہونے کا دعویٰ اگر کرے تو یہ دعویٰ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا، اور اسلامی تفکر کے زیر سایہ جموں، وکیلوں اور قانون دان حضرات نے اسلامی قوانین کا موازنہ عالمی قوانین سے کیا اور پلک جھپکنے میں اسلامی قانون عالم وجود میں آ سکتا ہے۔ اگر فقہ اسلامی کی تعلیمات گزشتہ دو سو برس میں کسی ایک مذہب فقہی کی باقی رہ جاتیں یا صرف عبادات وغیرہ تک محدود کر دی جاتیں تو فقہ اسلامی میں جمود آ جاتا اور ان موضوعات سے متعلق جو اسلامی ملکوں میں رائج نہیں تھے، نہ کتابیں چھپتیں نہ ریسرچ ہوتی اور نہ وقت پڑنے پر پورے عالم اسلامی میں علماء و مفکرین فوج در فوج اس کام کے لئے نکل آتے، کہ گو اسلامی ملکوں اور قانونوں میں یہ چیزیں موجود نہیں تھیں لیکن اہل علم و ایمان کے سینوں اور سفینوں میں یہ دولت پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ تھی۔

اسلام ایک کن نظام حیات اور مکمل لائحہ عمل ہے | دراصل اسلام ایک مکمل اور ابدی دین ہے اور انسانی

حیات سے متعلق سارے شعبوں میں اس کی تعلیمات ایک فعال اور قوی اثر رکھتی ہیں، جس طرح اسلام انسان کو زندگی اور موت کی تمام حقیقتوں سے باخبر بناتا ہے بالکل اسی طرح وہ انسان کو عبادات و اخلاق سے لے کر معاملات و اجتماعیات تک میں احکام بھی عطا کرتا ہے۔ اسلام ایک کل ہے اس کی اتباع جزوی طور پر مجبوری کے حالات میں تو کی جاسکتی ہے، لیکن اس کو بروئے کار لانے کی کوشش اس کے لیے جو کر سکتا ہو اور نہ کرے ایک گناہ بھی ہے اور محرومی بھی ہے۔ اسلام صرف عبادات کا مذہب نہیں ہے اور نہ اسلام انسان کی ذاتی اور پرائیویٹ زندگی کا مسئلہ ہے، بلکہ اسلام کے احکام ایک مسلمان کے پورے کاروانِ حیات کو ساحلِ مراد سے ہم کنار کرتے ہیں۔

اسلام دنیا و آخرت، عبادات و اجتماع اور حکومت و قانون سب کا دین ہے اور ہر مسئلہ کا حل قیامت تک اس کی تعلیمات میں مل سکتا ہے، اسلام نے جس طرح نماز روزہ اور حج کے مسائل بیان کیے ہیں جو انسان کی ذاتی اصلاح اور تقویٰ میں مفید ہیں اور بندے کو اپنے آقا اور خالق و مالک کے دربار تک پہنچاتے ہیں، بالکل اسی طرح زکوٰۃ کے احکام کی تفصیلات، صدقہ، ہجر اور غیر خیرات کے سارے طریقوں کو واضح کیا ہے تاکہ اسلامی سوسائٹی ایک جسم بن کر رہے اور امیر و غریب کے درمیان وہ تفاوت اور نفرت پیدا نہ ہو جو غیر اسلامی سوسائٹیوں کا شعار ہے، اسلام نے اسی طرح سود، جوا، سٹے بازی، رشوت، اشیاءِ خوردنی میں بلیک میل یا ذخیرہ اندوزی اور اسی قبیل کی وہ ساری چیزیں منع کر دیں جن سے اقتصادی عالمی مشکلات پیش آتی ہیں، اسلام کا نظامِ اخلاق تاریخِ عالم کا محراب اور بہترین نظامِ اخلاق ہے، اسلام نے چوری، ڈاکہ، زنا، جھوٹ، تہمت، قتل، تمام نشہ آور اشیاء اور ہر مخرّب اخلاق چیز پر پابندی لگا دی اور اصلاحِ قلب و نظر کے وہ تربیتی طریقے اختیار کئے جن سے قلب و نظر اور عقل و ضمیر کو آسودگی حاصل ہو اور سوسائٹی میں جرم کم سے کم رہے۔

ان تمام اسلامی تدابیر اور اخلاقی وعظ و نصیحت، اور قلب و نظر کو اپیل کرنے والی

تعلیمات کے باوجود بھی جہاں انسان موجود ہیں وہاں گناہ ممکن ہے، وہاں جرم ہو سکتے ہیں۔ غیر اسلامی قانون تاریخ شاہد ہے کہ جوں جوں نئے سے نئے اور سخت سے سخت قوانین نکالتے ہیں اسی رفتار سے جرم کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے کا مرض بھی عام ہوتا جاتا ہے اور تمام قانونی و اخلاقی ادارے اپنی ہڈیاں کر بیٹھ جاتے ہیں اور جرم کی رفتار برق کی رفتار کی طرح بڑھتی جاتی ہے، مجرموں کی سالانہ عالمی رپورٹوں کی ایک جھلک دیکھ کر ہر پڑھا لکھا شخص یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جرم کی رفتار، تعداد، نوعیت اور نئی اقسام میں کس طرح دن دینی اور رات چوگنی ترقی ہوتی جاتی ہے، اور جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ، تعلیم یافتہ، اور متحمل و غنی ہے، سعادت قلب اور سکون حیات سے اسی کے بقدر دور ہے اور اخلاقی مسائل اور مجرموں کی کثرت و جدت کے سامنے بے دست و پا ہے۔

اسلامی نظام اخلاق اور قانون حیات سب سے پہلے انسان اور اصلاح انسانی کا اسلامی طریقہ | سوسائٹی کی اصلاح ان خطوط پر کرتا ہے جہاں اس کے قلب و فطرتیں مادہ کے شیطان کے بجائے روح کے خالق خدا کے وحدہ لا شریک نہ کا تصور بٹھاتا ہے اور اس تصور کے لئے وہ شرک کی آمیزش کو پسند نہیں کرتا کہ تصور خالق کے بجائے تصور مخلوق کی تعلیم سے ابتدا کرے، رسول پاک نے براہ راست خدا کا تصور پیدا کیا تھا حتیٰ کہ رسولؐ تک تربیتی طریقے کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ کہہ رہا تھے تربیت یہی تھا، اور رسول خداؐ کو حکم بھی اسی کا ملا تھا، **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ** (قرآن ۱۸۶) کا مطلب بھی

۱۔ ہوں آیت اور ترجمہ یہ ہے: **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ** اَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا لِّيَلْسَ جَنَّتِي وَإِلَىٰ وَلِيٍّ مُّؤْتِيٍّ لِّعَذَابِي شَدِيدٍ (اور اگر تم سے میرے بارے میں میرے متعلق پوچھا تو میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کے پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارے، پس انھیں جانے کہ میری عظمیٰ میں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہ ہدایت پاویں)

یہی ہے، مُخْلِصِينَ لَكَ الدِّينَ (۵) مفہوم بھی یہی ہے، وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ مِنَ الظَّالِمِينَ، وَإِنْ يَتَسَنَّكَ اللَّهُ بِخَيْرٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا آدَاءَ لِفَضْلِهِ (پرس ۱۰۵-۱۰۶) کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اسلام خدا کے اس تصور کے ذریعے دنیاوی زندگی کا مقصد متعین کرتا ہے

۱۔ پوری آیت اور ترجمہ پیش ہے: وَمَا أَمْرُؤَ إِلَّا لِيُفْعِلُوا وَاللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ خُفَاءً وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَاتِ (اور ان کو صرف یہی حکم ملتا تھا کہ عبادت کریں اللہ کا خالص کر کے اس کے لئے بندگی کو، حنیف بن کر (صرف خدا کی راہ مستقیم پر چل کر)، اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔

۲۔ آیت نمبر ۱۰۵ اوپر لکھنی رہ گئی تھی وہ اور تینوں آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو، اور یہ خیال رہے کہ خطاب افضل البشر سے ہے، وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (اور اپنے چہرے کو متوجہ کر دو (زندگی کے رخ کو قائم کر دو) دین پر حنیف بن کر، اور مشرکین میں سے نہ ہو اور اللہ کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتا اور نہ نقصان، اور (بغرض محال) تم ایسا کرو تو اس وقت تم ظالم ہو گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں، اور اگر وہ تمہارے لئے بھلائی چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا بھی کوئی نہیں) اور یہ بات واضح رہے کہ رسول پاکؐ نہ شرک کر سکتے اور نہ ظلم، اس لئے اس آیت میں بہت لطیف طریقے پر امت کو شرک کی ہر آمیزش سے باز رہنے کا صریح حکم دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت بھی واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ اگر عفو کا حق، خیر پہنچانے اور شر دور کرنے کا حق کسی بھی بشر کو مل سکتا تھا تو وہ افضل البشر محمدؐ ہی ہو سکتے تھے جب آپ کو بھی یہ حق عطا نہیں کیا گیا بلکہ یہ صرف خدا کی قدرت میں ہے، تو پھر کئی دوسرے شخص کے لیے اس کا دعویٰ کرنا یا عقیدہ رکھنا سخت نادانی اور غرور کی بات ہے، اس لئے اے مسلمانو صرف اللہ سے مانگو اور اسی سے توبہ کرو اور اسی کا کامل تصور اپنے دل میں بٹھاؤ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور جانوروں کی طرح کھانا پینا اور مرجانا نہیں بتا، اور تصورات حیات میں پریٹ اور روٹی کا مقام وی متعین کرتا ہے جو اس کا اصل مقام ہے، قلب و نظر اور عقل و دماغ کے بعد، اور خدا کی رضا مندی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور اس کی بتائی ہوئی مستقیم راہ پر چلو اور انسانیت کو توحید کی دعوت دو اور شریعت الہیہ کو اخلاص کے ساتھ قائم رکھو اور کچھ کوتاہی اگر رہ جائے تو معافی کے لئے اس کے رحیم و شفیع دربار کے سوا کس دربار، مسند اور آستانے پر نہ جاؤ۔

کتب حدیث میں ایک دعا داروہ ہے جسے حضور رسالتؐ ہر نماز میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے پڑھا کرتے تھے، اس میں خدائے پاک کی قدرت و عظمت کا بیان ہے اور نفع یا نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کسی بھی بشر یا غیر اللہ کی نفی اس طرح کی گئی ہے: لا اله الا الله وحده لا شریک له، لا الملائک ولا الحمد وهو علی کل شئ قدير، اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطل لما منعت ولا یمنع ذا الجدمنک الحمد ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، کوئی اس کا مطلق شریک نہیں ہے، صرف اسی کی بادشاہت اور ملکیت ہے، اور صرف اسی کے لئے حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ، جس چیز کو آپ عطا کرنا چاہیں اسے روکنے والا کوئی بھی نہیں اور جسے آپ روکنا چاہیں اسے دینے والا کوئی نہیں ہے، اور کسی غنی کو اس کی غنا آپ کے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی (یعنی صالح اعمال کام آئیں گے یا تیری رضا و رحمت)

نیز حدیث جبریل علیہ السلام میں صاف الفاظ مقام احسان سے متعلق یہ وارد ہوئے ہیں،
ان تعبدوا ربکم کانکم تراء فان لم تکن تراء فانذیراکم مقام احسان کی ابتدا یہ بتائی
ہے اس بات پر یقین ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو، اور انتہا یہ بتائی کہ غلام کو دیکھ رہا ہے۔ خدا کی
حدیث اس دنیا میں ان آنکھوں سے اہل سنت کے نزدیک ممکن نہیں۔ اس لئے دیکھنے کے
بازی معنی تصور کرنے ہی کے لئے جائیں گے، احسان کی ابتدا، وسط اور انتہا (یعنی اگلے صفحہ پر)

حاصل کرنا اس زندگی کی سعادت بتاتا ہے، اپنی جان اور مال سب کا مالک وہ خدائے ذوالجلال کو ثابت کرتا ہے اور پھر مسلمان خدا کے رسول کی بتائی ہوئی مکمل خدائی تعلیمات پر

(بقیہ ماشیہ صفحہ گزشتہ) کسی بھی ایٹمی پر یہ نہیں بتایا گیا کہ افضل الملائکہ جبریل امین یا افضل البشر خاتم الرسل والا نبیاؑ کا تصور اپنے دماغ اور دل میں بٹھاؤ، پھر پتہ نہیں کیسے اور کیوں مخلوق کا تصور مقام احسان کے سالکین کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے؟ اور یہ حجت کہ بے شمار تدریسی سے سالک کو ہٹا کر پہلے ایک شیخ کا تصور بٹھار دیا جائے پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا، یہ حجت اگر شرعاً مقبس ہوتی تو انبیاء کرام کے سلسلہ ذہب میں سے کسی بھی نبی یا رسول کی تعلیمات میں یہ دعوت ضرور ہوتی کہ اصنام و افکار سے تصور کو ہٹا کر کسی فرشتہ یا نبی کا تصور بٹھاؤ کیونکہ پھر اس کو ہٹا کر خدا کا تصور بٹھانا آسان ہوگا، اس کے برعکس تعلیمات انبیاء میں ود و سواع یعوث یسوع و نضر جیسے صالحین کے تصور کو بٹھانے سے جو نقصانات ہوئے ان کی طرف اشارہ ہے اور قرآن و نبوی تعلیمات میں کثرت کے ساتھ براہ راست خدا کی عبادت، تصور اور ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اور مخلوق کا ناقص تصور جب پختہ ہو جائے تو اس کو ہٹا کر خالق کا لا محدود اور کامل تصور بٹھا دیا جائے کیونکہ دونوں تصوروں میں کوئی مناسبت ہی نہیں یہ انسان کا تصور ہے جو مخلوق، محدود، غیب سے ناواقف، نیند، ضعف، مرض اور موت سے متاثر ہونے والا ہے، وہ خدا کا تصور ہے جو خالق الامجد، عالم الغیب ہے، نیند، ضعف، مرض اور موت سے متاثر ہونا تو درکنار ان کو پیدا کرنے والا ہے، اور محقر مہارت میں یہ کہ ”لیس مکشہ شئی“۔ تاریخی و عقلی حیثیت سے یہ بات قابل دید و لائق عبرت و بصیرت ہے کہ یہی قوموں نے جب ایک بار انسانی تصور پر عقیدہ و اصلاح نفس کی بنیاد رکھ دی تو اب کامل تصور تک پہنچنے کی راہ میں سینکڑوں برس سے عقلی، علمی اور عقائدی اینگت مشکلات کا سامنا کر رہے تصور الوہیت اور دین کو کرنا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جولائی ۱۹۷۷ء

۵۳

ایمان و یقین کے ساتھ عمل شروع کر دیتا ہے، اور زندگی کی شاہراہ میں وہ اس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کہ کہیں خارزار راہ سے دامن نہ اچھ جائے۔

اسلامی قانونِ شریعت ہر انسان کے لئے اس کے فطری تقاضوں کو دبانے کے بجائے ان کو جائز طریقوں پر پورا کرنے کے وسیلے بہم پہنچاتا ہے بلکہ اکثر جگہ ان پر ابھارتا ہے اور غیر فطری زندگی کو رہبانیت، جوگیئت اور غیر اسلامی زندگی ثابت کرتا ہے، اسلام ایک مقتول شخص کے ولی کو قصاص عادل کا حق عطا کرتا ہے، ایک نوجوان شخص کو حلال طریقے پر شادی کی رغبت دلاتا ہے، ایک غریب شخص کو محنت اور عمل پر ابھارتا ہے، حکومت پر یہ واجب بناتا ہے کہ وہ ہر غریب، فقیہ، مریض، مقروض اور پریشان حال کی دیکھ بھال کرے، اجتماعی تعاون، ہمدردی اور مدد کی اپیل کرتا ہے، اور پوری زندگی کو حسن و جمال سے مربوط بناتا ہے، انسانوں کو آزادی عطا کرتا ہے اور ضروری و جمہوریت کے تقاضوں سے آشنا بناتا ہے۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ) پڑھا ہے، اور مخلوق و عبد سے مجرد ہو کر خالق و معبود کا تصور ان کے ذہنوں میں بیٹھ ہی نہیں پڑا ہے، اور تاویلات کے چکر اور اسرار کے کبھی نہ حل ہونے والے پھندوں میں وہ گرفتار ہو کر خدا اور دین دونوں ہی کو عملاً بغیر باد کہہ چکے ہیں۔

علم و تحقیق سے مالا مال بہرہ صواب
ایمان کے لئے خلاصہ کی جیسز
دلچسپ اور بصیرت افروز۔

ماہنامہ تجلی دیوبند کی ایک نئی سہ ماہی پیشکش

جولائی ۱۹۷۷ء کے آخری جلد میں آیا

ایمان مند

تین روپے

سالانہ چندہ:- پندرہ روپے۔ سالانہ خریداریوں کو پندرہ روپے کے چندے ہی میں ملے گا

ماہنامہ تجلی آفس۔ دیوبند۔ پونڈ